بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

راقم الحروف ۲ ذی الحجہ کو حجازِ مقدس روانہ ہوا تو تبدیلیٔ اقتدار کی تحریک زوروں پہ تھی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے شعلوں نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ طرح طرح کی خبروں نے تمام مسلمانوں بالخصوص پاکستان کے حجاج کو نہایت تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور اس تصور سے دل دھڑکنے لگتا کہ جو ملک لاثانی قربانیوں کے صدقے اسلام کا بول بالا کرنے کے نام پہ حاصل کیا گیا آج وہ ملک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس عالم میں سب زائرین بیت الحرام کے ہاتھ بے اختیار ربّ البیت کی بارگاہ میں اٹھنے لگے۔ مواجہۃ الرسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آہ و زاری ہونے لگی۔ ملتزم اور غلافِ کعبہ سے لپٹ لپٹ کر ہر ایک زبانِ حال سے ملتجی تھا کہ یا اللہ برِّ صغیر میں مسلمانوں کے اس حصار کو جو انکی نااہلیوں کی بدولت آج تباہی کے دہانے پہ کھڑا ہے، ایک بار اور موقع دے۔ شاید انہیں اپنی کوتاہیوں کا احساس اور غلطیوں کی تلافی کا شعور پیدا ہو جائے اور وہ نئے سرے سے اپنے ربّ کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو استوار کر سکیں۔ اسی اضطراب میں مارچ کے آخر میں یکایک صدر ایوب کے زوال اور فوجی انقلاب کی خبر آئی اور ظاہر ہے کہ ایک مطلق العنان اور خود سر حکمران کا اس انداز میں زوال و سقوط اپنے پہلو میں عبرت و موعظت کے صدہا دفتر بھی لیکر آیا۔ عاد و ثمود جیسی اقوام اور جابر و قہار حکمران کے عروج و زوال کی صدہا داستانیں پہلی و عبرت عبرت دے رہی ہیں۔ مگر یہ تازہ اور چشم دید مثال تو اس بے لاگ حقیقت کی کتنی کھلی شہادت دے رہی ہے کہ "اے احکم الحاکمین تو ہی مالک الملک ہے، جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے، بیشک تو ہر چیز پہ قادر ہے۔"

انقلاب آیا اور ہمارے لئے ایک بہت بڑا سبق بن کر آیا کہ جب تک ہم اپنے انتشار اور مصیبتوں کا سرچشمہ حسِ اقتدار کو سمجھتے رہے، خداوند کریم نے پلک جھپکتے میں اس کا بوجھ تمہاری گردنوں سے اتار دیا تاکہ تم پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ پس جس کا تسلط تمہارے اعمال کی شامت تھی اس سے گلو خلاصی بھی تمہارے لئے ایک کڑی آزمائش ثابت ہوتی، ایک ایسی آزمائش جس نے ہمارے اخلاق و کردار اور اجتماعی زندگی کے چھپے ہوئے بہت سے نقائص و عیوب، باطل نظریات

اور قوم و ملک کے ساتھ وفاداری یا غداری کا ایک آئینہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ اس آئینہ میں ہماری تصویر کتنی ڈراؤنی ہے؟ ہم نے ایک دوسرے کی عزت و آبرو پر ہاتھ صاف کیا، ہم نے انسانوں کو زندہ جلا دیا، ان کا گلا گھونٹا اور خون پسینے سے کمائی ہوئی دولتوں پر عدل و انصاف کے نام سے غارتگری کا بازار گرم کیا، ملک کا وجود ہی گرداب سیاست میں ہچکولے کھا رہا تھا مگر ہم نے اس وقت بھی ڈیڑھ اینٹ کے جداگانہ اغراض اور مفادات میں پچکے پیدا کئے، یہ سب چیزیں ہمارے اعمال و کردار اور ہمارے روبہ تنزل معاشرہ کا بھیانک منظر پیش کر رہی ہیں، اور یہ ٹھیک رد عمل تھا ان غلط تشکیلات کا جنہیں ہم اپنے معاشرہ کا شعار بنانے لگ گئے تھے، وہ معاشرہ جو خوف خدا اور تصور آخرت سے غافل ہو چکا ہو۔ ذاتی اغراض اور مفادات سے الگ ہو کر کسی معاملہ پر ہرگز غور نہیں کر سکتا۔ وہ نظام تعلیم جس کا مبلغ علم چند روزہ زندگی کی خوش عیشی رہ گئی ہو، اسلامی تعلیم اور پیغمبرانہ اخلاق و اعمال کی جھلک بھی اس میں نہ ہو ہرگز قوم و ملت کو ایسے کل پرزے نہیں دے سکتا، جو ملک و ملت کو حقیقی ترقی اور کامیابی سے ہمکنار کر دے۔ ایسے افراد خواہ ان کا تعلق حکام سے ہو یا رعایا سے، رائے دہندہ ہوں یا سیاستدان، انتظامیہ ہو یا عسکری قوت ہرگز ملک کو کوئی ایسا معتدل اور متوازن نظام نہیں دے سکتے جس میں معاش کے ساتھ معاد اور ذاتی مفاد کے ساتھ پورے معاشرہ کے اخلاق اور معاشی حقوق کا لحاظ بھی رکھا گیا ہو۔

ہماری بربادی اور تباہ حالی کی یہ داستان طویل ہے۔ اپنی ذلت و ادبار کی ماتم سرائی کب تک کی جائے۔ عرض مدعا یہ ہے کہ ۲۵ مارچ کا یہ انقلاب ہماری زندگی کا ایک نیا موڑ ہے جو ہمیں زبان حال سے دعوت دے رہا ہے کہ: "اپنے رب سے اسلام کے نام پر کئے ہوئے عہد و میثاق کا ۲۲ سال تک مذاق اڑانے والو! یہ محض خدا کی بے حد و حساب رحمت ہے کہ اتنی ستم کاریوں کے باوجود بھی تمہارا وجود قائم رہا، ورنہ تم تو اپنے ہاتھوں سے اس ملک و ملت کا شیرازہ بکھیرنے لگے تھے مگر یہ تو صرف اسکی دستگیری ہے کہ تمہیں بار بار موقع دے رہا ہے کہ شاید تم سنبھل جاؤ۔ بلاشبہ ۲۵ مارچ کا دن ہمارے لئے ایک رحمت سے کم نہیں مگر کیا یہ امن و سکون اور اطمینان تمہاری پریشانی اور بربادی کا خاتمہ الباب ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ تو محاسبہ اعمال کا ایک وقفہ ہے، تاکہ تم سدھر سکو اور اپنے جذبات اور میلانات کا رخ معاشی جنتوں سے زیادہ دائمی اور حقیقی جنت کی طرف پھیرنے لگ جاؤ، حالات اور قرائن تمہیں پکار پکار کر جھنجوڑ رہے ہیں کہ اگر تمہیں اس ملک میں چین اور سکون سے رہنا ہے، تمہیں دنیا کے ساتھ دین کی بھلائی اور فرد و معاشرہ کی اصلاح مطلوب ہے تو امن و عافیت کی اس فرصت کو غنیمت جان لو، اپنے نظریاتی سرحدات کو

از سرِ نو مضبوط اور درست کر لو، قوم کی ذہنی تربیت اور اخلاقی حالت پر اپنے مساعی مرکوز کر دو، تاکہ انہیں کھرے اور کھوٹے کی تمیز اور حق و باطل کا امتیاز ہو سکے گے۔ اگر تمہاری غفلت کیشی کا یہی عالم رہا تو جب بھی اس عارضی نشے کا سکون اتر گیا تو تمہاری زندگی کی ناؤ کو قیامت برقیامت اور ہولناک طوفانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر تمہیں اسلام اور اسلامی اقدار عزیز ہیں، طبقاتی ناہمواریوں سے نجات مطلوب ہے، خوشحال اور متوازن زندگی اور پاکیزہ نظامِ حیات محبوب ہے۔ تو اے دانشورو، اے علماء کرام، اور اے سیاستدانو! اب تو اپنی اور قوم کی بگڑی پر رحم کرو، ان کی مشکلات اور پریشانیوں کا صحیح حل ان کے سامنے پیش کر دو۔ قوم کے ماؤف ذہنوں کا رخ لندن اور نیویارک کی بجائے مکہ مکرمہ کیطرف پھیر دو۔ ان کے بے چین دلوں میں پیکنگ اور ماسکو کی بجائے مدینہ طیبہ کی محبت جاگزیں کر دو، اگر تم نے ان کے ہاتھوں میں قرآن و سنت تھما دیا تو ماؤزے تنگ کی سرخ کتاب اور کارل مارکس کی کیپیٹل خود بخود ان سے چھوٹ جائے گی، اگر یہ اسلام کی جنت نظیر زندگی کی جھلکیاں دیکھنے لگیں تو یورپ کی نظر فریب تہذیب پر لعنت بھیجنے لگیں گے۔ یہی سبق ہے حالیہ حالات اور تازہ انقلاب کا، وقت کا تقاضا ہے کہ اگر ہمیں اپنی اور اس ضمن میں اس ملک کی بقا منظور ہے تو آئیے نئے سرے سے اسلام کی طرف لوٹیں، وہ اسلام جو ہماری مصیبتوں کا مداوا اور ہماری دائمی مسرت اور فلاح کا پیغام ہے۔ اگر ہم نے اس فرصت کو بھی نذرِ غفلت کر دیا اور اپنے حالات درست نہ کئے تو خدانخواستہ مستقبل میں کفر والحاد اور دہشت و بربریت کی تازہ دم یلغار ہمارا نام بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی۔

ان اللہ لا یغیّر ما بقومٍ حتیٰ یغیّروا ما بانفسہم۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۲ر مئی - ۱۵ر صفر

مہاجر مدینہ حضرت الشیخ مولانا عبدالغفور صاحب العباسی جو اس وقت مدینہ طیبہ میں سلسلۂ نقشبندیہ ممتاز مرشد اور آسمانِ رشد و ہدایت کا درخشندہ ستارہ ہیں۔ بلدۃ الرسول علیہ السلام میں ان کا وجود باجود پاکستان کے لئے خاص طور پر رحمتِ خداوندی ہے، حج کے موقعہ پر آپکی حالت بہت بگڑ گئی، بعد میں افاقہ ہوا۔ ۲۳ر اپریل کو کراچی بغرض علاج تشریف لائے مگر آخری اطلاع کے مطابق مرض بڑھ جانے کی وجہ سے پرسوں مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ تمام حضرات سے دعا کی درخواست ہے۔ (سمیع الحق)